بابر حسین
لیکچرار شعبۂ اُردو
الخیر یونیورسٹی۔ بھمبر

لسانی مباحث میں آواز شناسی

Languages have a phonetical system which depend on the abilities of speech and listening.In this light phonologists are accepting the importance of recognition of voice, for a written piece of language alone is not enough for entire interpretation.The frequent use of the language makes it important .Its a proper phonetical scheme and not a series of irregular sounds .Every language works with a system. If any aspect is found repugnant to it then we should analyze it in the light of that structure and not distort it.A language has to pass through different phases before taking a final shape (and even then keeps on changing).So for this purpose it is essential to study the tone and the ups and down of the language in linguistical light.

ہر زبان کا ایک صوتی نظام ہوتا ہے جس سے بیک وقت گویائی اور سماعت دونوں صلاحیتوں کو بروئے کار لاتی ہیں۔ صوتیات یا فونیمیات میں اس نظام کی وضاحت کی جاتی ہے۔ ماہرین صوتیات زبان کا اس نقطۂ نظر سے مطالعہ کرتے ہے کہ اعضائے صوت اور آواز کی لہروں کا مطالعہ کرتے ہوئے جان سکے کہ منہ سے نکلنے والنے والے لفاظ اور آوازیں کس طرح دوسروں تک پہنچتی ہیں اور ایک بامعنی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ماہرین لسانیات اس حوالے سے صوتیات (phonetics) صوتیائیات (phonology) اور صرف ونحو یعنی Grammar پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں عام طور پر صوتیات میں آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جب کہ مونیمیات میں زبان کو لے کر اس کی مخصوص آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ الفاظ اور مفاہیم کے لحاظ سے انہیں الگ الگ زبانوں کے طور پر سمجھا جا سکے۔

علمائے السنہ زمانہ قدیم سے آواز شناسی کی اہمیت کو تسلیم کرتے آ رہے ہیں۔ کیونکہ تحریر عبارت کی مکمل وضاحت کے لیے ناکافی

ہے۔ جب تک الفاظ اور تلفظ کی درست ادائیگی نہ کی جائے۔ عبارت صرف الفاظ اور علامتوں کا مجموعہ رہ جاتی ہے بقول ڈاکٹر خلیل صدیقی ''زبان اسی وقت زبان ہوتی ہے جب کسی شخص کا ذہن اُس سے ملتا جلتا مفہوم مراد لے جو قائل کا مقصود ہے۔ زبان کی ابلاغی قدر ہی اسے زبان بناتی ہے۔ زبان کا مقدم ترین عنصر وہ اصوات ہیں جو کسی خیال، فکر یا جذبے یا ان کے مجموعے کو ذہین نشین کرا سکیں'' (۱) زبان کا تعلق بولنے سے بھی ہے اور سننے سے بھی زبان صرف بے ہنگم صوتیات کا ملاپ نہیں ہے بل کہ یہ ایک مکمل صوتی نظام ہے۔ عام طور پر اپنا مطلب دوسروں تک پہچانے کے لیے اشاروں اور چہرے کے خدوخال کو تبدیل کر کے اپنے مطالب دوسروں تک بھی پہنچا تا ہے جبکہ روشنی کی کمی کی صورت میں یہ طریقہ کار آمد نہیں ہوسکتا اور بے شمار مسائل منظر عام پر آتے ہیں اس حوالے سے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کہتے ہیں ''زبان دو انسانی دماغوں کے درمیان ایک ایسا صوتی پل تعمیر کر دیتی ہے جس کے ذریعے ترسیل خیال کا عمل جاری ہو جاتا ہے'' (۲)

لسانیات میں آواز شناسی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے وقت کے ساتھ ساتھ زبان میں تبدیلی آتی رہتی ہیں تاریخ شاہد ہے کہ ہر لفظ کی ایک تاریخ اور پس منظر ضرور ہوتا ہے۔ ایک بچہ آوازوں کو دوہرانا اور اُن سے آشنائی ماں کی گود سے شروع کر دیتا ہے ماں ہی ماما، مم مم، دو دو وغیرہ الفاظ سے روشناس کرواتی ہے اور انکا بچے کے ساتھ رشتہ مستحکم ہوتا ہے ڈاکٹر عبدالسلام کے مطابق ''دراصل گویائی ہی زبان کی حقیقی شکل ہے انسان ہزاروں سال سے بول چال کے ذریعے خیالات کی ترسیل کر رہا ہے۔ اس مقابلے میں تحریر بہت بعد کی ایجاد ہے۔ بچہ بولنا بڑی آسانی سے سیکھ جاتا ہے مگر لکھنا پڑھنا سیکھنے میں کافی وقت درکار ہوتا ہے'' (۳)

زبان کی حالیہ شکل بہت سے تغیرات کے بعد صورت پذیر ہوتی ہے اور زبان ہر وقت تبدیلی سے دوچار رہتی ہے۔ کیوں کہ ہر لفظ اور زبان کا ایک تاریخی پس منظر ضرور ہوتا ہے جس کی وجہ سے اپنا رشتہ معاشرے کے ساتھ مستحکم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس حوالے سے خلیل صدیقی کہتے ہیں ''الفاظ کے صوتی و معنوی تغیر و تبدل کی داستان میں اجزائے کلام کی کروٹیں اور نمونے لسان کے کرشمے محسوس کیے جاسکتے ہیں'' (۴) خلیل صدیقی مزید لسانی مظاہر کی دو نوعیتیں بتاتے ہیں۔

۱۔ طبعی

۲۔ نفسیاتی

تحریر یا رسم الخط کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کی پہلے پہل انسان نے زبان کے نفسیاتی پہلو پر زیادہ توجہ دی اور صوتی اہمیت توجہ سے محروم رہی اسی لیے اصوات اور ان کے مضمرات کے بجائے تحریر اور اس کی ابلاغی حیثیت پر ہی غور کیا جاتا رہا........ لیکن تحریر یہ نہیں بتا سکتی کہ ان لفظی علامتوں کا تلفظ کیا ہے؟ جب اس طریق مطالعہ کو ناکافی سمجھا جانے لگا تو زبان کے صوتی پہلو کی طرف نظر ہوئی۔ زبان کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ مختلف صوتی مظاہر میں بعض مشترک اجزا بھی ہیں جنہیں معنی سے الگ کر کے بھی علامتوں کے ذریعے پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان مشترک اجزا کے لیے مشترک علامات وضع کی گئیں (۵)

لسانیات میں آلاتی علم الاصوات کو ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے کیوں کہ یہ ایک بامعنی صوتی نظام ہے۔ بعض دفعہ ماہرین زبانوں کا تقابلی مطالعہ کر کے پتہ لگاتے ہے کہ ایک زبان دوسری زبان میں کس طرح جذب ہو رہی ہے۔ جس سے زبان کے لہجے میں واضح

تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ لہجے اور آواز میں تبدیلی میں مصوتے اور مصمتے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جن آوازوں کے لیے مُنہ زیادہ وا کرنا پڑتا ہے انہیں مصوتے کہتے ہیں اور جن کے لیے منہ کم کھولنا پڑتا ہے انہیں مصمتے کہتے ہیں۔ ہونٹوں کے کھلنے اور بند ہونے کے درمیان اور ان کی حرکات وسکنات سے بے شمار آوازیں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اپنی کتاب ''اردو زبان اور لسانیات'' اردو آوازوں اور اردو مصوتوں کی نئی درجہ بندی کے عنوان سے امتیازی خصوصیات واضح کرتے ہیں مصنف کی رائے میں جدید لسانیات میں آوازوں کا تجزیہ کرتے ہوئے درج ذیل اصولوں سے رہنمائی لی جانی چاہیے۔

ا۔ زبان کی دنیا میں کوئی ایک صوت دوسری صوت سے سو فیصد مطابقت نہیں رکھتی۔ ماہر لسانیات کا کام ہے کہ مختلف اصوات کے باہمی ربط کا پتہ چلانے اور ان کی درجہ بندی کرتے ہوئے انہیں بنیادی صوتی اکائیوں یعنی فونیم میں اس طرح اسیر کرے کہ زبان کے صوتیاتی نظام کی پوری تصویر سامنے آجائے۔

۲۔ زبان میں آوازیں ایک نظام کے تحت کام کرتی ہیں۔ اگر اس نظام کے کسی اصول سے روگردانی کی کوئی مثال ملے تو اس کا تجزیہ پورے نظام کی روشنی میں کرنا چاہیے نہ اس طرح کہ اس کی خاطر نظام ہی کو مسخ کر کے پیش کیا جائے نون کو دو بنیادی آوازیں قرار دینا اردو کے صوتیاتی نظام کو مسخ کرنا ہے۔

۳۔ صوتیات مستقل بالذات نہیں۔ زبان کے تہہ دار ڈھانچے میں اس کی حیثیت صرف ایک سطح کی ہے۔ اس کی پیچیدگیوں کا حل تلاش کرنے کے لیے زبان کی دوسری سطحوں یعنی لفظیات نحو وغیرہ سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

۴۔ صوتیاتی تجزیے کے نتائج جتنے زیادہ سادہ اور مختصر قوانین کی مدد سے پیش کیے جاسکیں اتنا اچھا ہے۔

۵۔ زبان کا ہر بولنے والا اپنی زبان کے صوتیاتی نظام کا وجدانی احساس رکھتا ہے۔ اس کی بدولت وہ اپنی زبان کے استعمال پر قادر ہوتا ہے۔ صوتیاتی تجزیہ وہی سب سے بہتر ہے جس میں زبان بولنے والوں کے وجدانی احساس سے مطابقت پائی جائے (۶)

زبان کبھی بھی جامد نہیں رہ سکی کیوں کہ اس میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔ آواز کے علم کو phonemics اور آواز کے تغیر وتبدل کو phonetics اور معنی کے تبدیل ہونے کو semantics کہتے ہیں۔ ماہر لسانیات K.L Pike نے اپنی کتاب phonemies میں زبان کے صوتیے کی دریافت میں چار بنیادی مفروضوں کی نشاندہی کی ہے۔

اول: لسانی ماحول کی مناسبت سے آواز کا میلان تغیر پذیری کی جانب ہوتا ہے

دوم: خود مفرد آوازوں میں بھی تغیر پذیری کی گنجائش ہوتی ہے

سوم: ہر زبان کا نظام صوت ایک نظم وترتیب رکھتا ہے

چہارم: خوشہ دار آوازوں کے ٹکڑے صوتی اعتبار سے مشتبہ ہوتے ہیں اور مزید تشریح چاہتے ہیں (۷)

زبان میں تبدیلیاں مختلف وجوہات کی بناء پر وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ جن میں ایک علاقائی لب ولہجہ بھی ہیں جس کی وجہ سے وہ ہر طرح کی آواز کو نہیں نکال سکتے ہیں اور بعض چیزیں وراثت میں بھی ملی ہے۔ ''بعض اوقات نئی نسل اپنے آباؤ اجداد کے کسی خاص تلفظ کو ادا

نہیں کر پاتی اور اپنا لب ولہجہ بدل لیتی ہے اور کبھی کبھی روانی گفتگو میں صوتی تبدیلیاں یا لفظوں کا تلفظ بدل کر کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے مثلاً مزاج کا مجاز اور نسخہ کا نخسہ وغیرہ (۸) آوازوں کی تبدیلی یا لب ولہجہ کا تغیر کبھی کبھی ہمسایہ زبانوں کے اثر سے بھی ہوتا ہے جب دو زبانوں کے بولنے والے ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں تو ایک دوسرے کا اثر ضرور قبول کرتے ہیں.... اور آہستہ آہستہ آوازیں اس طرح بدل جاتی ہیں کہ ان کی تبدیلی صرف صوتیات کے ماہرین محسوس کر سکتے ہیں'' (۹)

زبان بہت سے کٹھن مراحل سے طے کر کے اپنے مخصوص مطالب مقرر کرتی ہیں۔ خاص طور پر لسانیات اور اشتقاقیات میں صوتی مطالعے کو خاص اہمیت حاصل ہے کیوں کہ زبان کے لب ولہجہ اور زیر و بم کا مطالعہ از حد ضروری ہے اس حوالے سے خلیل صدیقی یوں رقم طراز ہیں۔ ''انسانی تجربوں کے نتیجے میں باہمی افہام وتفہیم سے سادہ اور مفرد آوازوں کے باہمی آمیزش اور اختلاط سے مرکب آوازیں وجود میں آئیں ان آوازوں کے ربط وتسلسل نے گفتگو میں بے تکلفی اور روانی پیدا کر دی۔ سالہا سال کے بعد سماجی اور ذہنی ارتقاء کے زیر اثر ان آوازوں کے اظہار کی علامتیں تشکیل پاتی گئیں..... رفتہ رفتہ علم الاصوات کو زبان کی تفہیم کے لیے ناگزیر سمجھا جانے لگا (۱۰)

ماہرین علم الاصوات کی بدولت ہی یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کون سی زبان کرخت ہے اور کون سی شیریں۔ علم الاصوات کے تحت زبان کی ماہیت اور درجہ بندی کی جاتی ہے اور آوازوں کے نظام کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اصل میں آواز شناسی علم الاصوات کی مرہون منت ہے۔ خلیل صدیقی علم الاصوات کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں۔ ''علم الاصوات کی ابتدا اعضائے آواز کے مطالعے سے ہوتی ہے۔ ان اعضا میں اعصاب نطق، خلائے دہن، پھیپھڑے، نتھنے، حنجرہ، حلق، تالو، دانت، مسوڑے اور ہونٹ وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں پیٹ کے وہ عضلات بھی شامل ہیں جو سانس پر قابو رکھنے میں مدد دیتے ہیں....... آواز کا دارومدار اعضائے نطق کی حرکات وسکنات پر ہوتا ہے۔ اگر اعضائے نطق کی تھرتھراہٹ برائے نام ہو تو سرگوشی پیدا ہوتی ہے۔ اگر تھرتھراہٹ میں نظم ہو تو سُر، بے ترتیبی ہو تو سخت آواز کی تخلیق ہوتی ہے (۱۰) انیسویں صدی میں صوتیات اور فونیمکس کو متعارف کروایا اور آوازوں کی گروہ بندی ہوئی جس کی وجہ سے آواز شناسی میں انقلاب آیا۔ صوتی اعضا ان گنت متنوع آوازیں پیدا کر سکتے ہیں جن آوازوں کے لیے منہ کو زیادہ کھولنا پڑتا انہیں مصمتے کہتے ہیں اور جن آوازوں کے لیے منہ زیادہ وا کرنا پڑے......... وہ مصوتے کہلاتی ہیں۔ منہ کے زیادہ کھلنے اور ہونٹوں کے بند ہونے کے درمیان جو حالتیں اور تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں وہ ان گنت آوازوں کے وجود میں آنے کا سبب بنتی ہیں'' (۱۱)

آواز کا انحصار زیر و بم پر بھی ہوتا ہے کیوں کہ اس کے مخصوص مخارج ہوتے ہیں۔ اس میں تھرتھراہٹ کس حد تک پیدا ہو رہی ہے اور اس میں مخصوص تناسب ہوتا ہے اور یہ یکساں نہیں رہتا ''صوت، تنفس، سرسراہٹ یا دھماکہ وغیرہ آوازوں کی نوعی خصوصیات ہیں۔ ان کے علاوہ بعض ایسی کیفیاتی خاصیتیں بھی ہیں۔ جن کی بنیاد پر آوازوں کو تقسیم تو نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کیفیات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ ان خصوصیات میں زیرو بم یا صوتی سطح، سماعتی رنگ آرائی، صوتی کیفیت، زور، امتداد ہیں۔ جنہیں لہجے کے اجزائے ترکیبی کہا جا سکتا ہے'' (۱۲) آواز شناسی میں حروف تہجی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ ہر زبان اپنے حروف تہجی، تعداد اور لب ولہجہ کے اعتبار سے دوسروں سے مختلف ہوتے ہیں۔ حروف تہجی کی بدولت ہی پتا چل سکتا ہے کی بولنے والے اپنے منہ سے کن کن الفاظ اور آوازوں کو نکا

لنے میں قدرت رکھتے ہیں۔اردو بولنے والوں کو یہ ملکہ حاصل ہیں کہ وہ ہر طرح کی آوازیں نکالنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔وہ بیک وقت عربی،فارسی،ترکی،سنسکرت،ہندی،دراوڑی اور دیگر زبانوں کو بول سکتے ہیں ڈاکٹر سلیم اختر حروف تہجی کی اہمیت کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں۔''اردو کے حروف تہجی اس امر کے مظہر ہیں کہ یہاں کے باشندے کتنی اصوات کی ادائیگی پر قادر ہیں۔اردو زبان میں دنیا کی ہر زبان کا لفظ اپنا اصل لہجہ برقرار رکھتے ہوئے ادا ہو جاتا ہے۔اس کا یہی سبب ہے کہ اہل زبان متنوع اصوات کی درست ادائیگی پر قادر ہے''(۱۳)

اردو زبان اس حوالے سے خوش قسمت ہے کہ اسے ہر دور میں مختلف زبانیں بولنے والے میسر آتے رہے اور انہیں زبانوں کے درمیان اردو زبان کی اپنی نشو ونما ہوتی رہی۔اسی وجہ سے اردو زبان بولنے والے ہر طرح کی آواز نکالنے کے قابل ہیں۔کیوں کہ ہر زبان کے حروف تہجی میں اتنے ہی حروف ہوتے ہیں جتنی اس کی آوازیں۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری اردو زبان کی جامعیت کے حوالے سے لکھتے ہیں ''بلحاظ صوت اردو رسم الخط میں حروف تہجی یعنی ا،ب،ت،ث وغیرہ کی تعداد پچاس ہے۔انگریزی میں صرف چھبیس ہیں ہندی یعنی ناگری رسم الخط میں ان کی تعداد بیالیس ہے،عربی میں انتیس اور فارسی میں تینتیس ہے.......اردو زبان میں آوازوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو بین العلاقائی و بین المملکتی مزاج کی زبان ہے اس نے اپنے نظام تہجی میں عربی،فارسی اور ہندی یعنی آریائی اور سامی دونوں خاندان کی زبانوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔اس میں انگریزی سے لے کر علاقائی زبانوں تک کی ساری زبانیں اس طرح سما گئی ہیں کہ وہ دنیا کی تقریبا ہر زبان کی آوازوں کا مجموعہ بن گئی ہے..........ڈ،ٹ،ڑ،بھ،تھ،ٹھ،کھ،جھ،دھ وغیرہ کی آوازیں نہ عربی میں ہیں نہ صرف فارسی میں''(۱۴)

ماہرین لسانیات حروف تہجی سے پیدا ہونے آوازوں کا تجزیہ کیا اور بتایا کہ بعض اوقات ہم آواز الفاظ زبان سیکھنے والوں کو مشکل میں ڈال دیتے ہیں جیسا کی ا اور ع کی آواز،ت اور ط کی آواز،ح اور ہ کی آواز ض اور ظ کی آواز ص اور س کی آواز وغیرہ وغیرہ بعض حروف ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ لکھنے میں آتے ہیں مگر پڑھنے میں نہیں آتے جیسے خواہش کو خاہش،خواب کو خاب ان الفاظ میں وشمولہ ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا۔اردو ایک مخلوط زبان ہے اور اس نے اپنا خمیر مختلف زبانوں سے اٹھایا ہے اس لیے یہ اثر موجود ہے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول''اگر آوازوں کی یہ کثرت اردو رسم الخط میں نہ ہوتی تو اس کا مزاج وہ نہ ہوتا جو آج ہے ایسی صورت میں آواز یا حروف کی کثرت کو اس کا عیب نہیں ہنر کہنا چاہیے''(۱۵) آواز شناسی میں رسم الخط کی اہمیت بھی مسلم ہے کیوں کہ رسم الخط کے ذریعے اصوات کو علامتوں کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری رسم الخط کی تعریف یوں کرتے ہیں۔''زبان نام ہے مجموعہ الفاظ کا۔الفاظ مرکب ہیں اصوات سے اور اصوات نام ہے اُن تصاویر،خطوط اور نشانات کا جو ارتقا کی منزلیں طے کر کے آج حروف کے نام سے ہمارے سامنے ہیں،یہی حروف جو تلفظ کے ادا اور معنی کے اظہار کے لیے استعمال ہوتے ہیں اپنی مربوط صورت میں کسی زبان کا رسم الخط کہلاتے ہیں''(۱۶)

ڈاکٹر صاحب کی رائے میں زبان اور رسم الخط دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ان میں جسم و روح کا تعلق ہے۔اسے کسی زبان کا

محض لباس سمجھا جسے اتار کر پھینکا جا سکتا ہے یا بدلا جا سکتا ہے سخت غلطی ہوگا........ایک زبان کے مطالب کسی دوسری زبان کے رسم الخط میں من وعن ظاہر ہی نہیں کیے جا سکتے مثال کے طور پر hill , hell ,hid, head اگر انہیں اردو میں لکھا جائے تو ہڈ اور ہل کے سوا اور طرح لکھنا ممکن نہیں.....اردو ہو یا انگریزی ہم آواز اور ہم تلفظ ایک دو نہیں ہزاروں ہیں۔اس لیے رسم الخط کی تبدیلی معنوی الجھنوں کا سبب بن سکتی ہے..... عربی و فارسی رسم الخط میں انگریزی لکھنے کی کوشش کی جائے تو اور بھی زیادہ دشواریاں پیش آئیں گئی کیوں کہ انگریزی کے Dاور T کی آوازیں عربی اور فارسی حروف میں کہاں سے پیدا کی جائیں گئی.... یہی دشواری اردو کو انگریزی حروف میں لکھنے میں پیدا ہوگئی کیوں کہ اردو میں بہت سی آوازیں ایسی ہیں جو انگریزی یا رومن رسم الخط مین موجود نہیں ہیں مثلاً د،ڑ،ت،ط،ع،غ،خ،ق وغیرہ۔ دل، پہاڑ،تمام،طالب،وسیع،غریب،اور خدا کو انگریزی میں لکھیں تو دل کو ڈل، پہاڑ کو پہار،تمام کو ٹمام،طالب کو ٹالب،وسیع کو وسی،غریب کو گریب اور خدا کو کھدا لکھا جائے گا۔اس سے تلفظ و معنی دونوں بری طرح مجروح ہوں گے۔د،ع،خ کی آوازیں تو رومن میں کسی طرح پیدا ہی نہیں کی جا سکتیں.....ایسی ہی مشکلات ااور ع،ح اور ہ،ث،ص،س اور دوسرے مشابہ الصوت حروف کی آوازوں میں پیش آئیں گی اور ان کے صحیح تلفظ اور معنی کا اخذ کرنا ناممکن ہوگا (۱۷) علم الاصوات کے ذریعے ہم کسی بھی زبان کے نظام کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ ہی سماعتی تاثرات ہمہ وقت یکساں نہیں رہتے اصوات میں زور،امتداد،رکن یا سلیبل،تلفظ،لہجہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ان مطالعات کی روشنی میں ہم علم لسانیات میں آواز شناسی اور علم الاصوات کی اہمیت کو سمجھ سکتے ہیں اور دور جدید میں اس کے بے شمار پہلو تحقیق کے متلاشی ہیں اور اسی سے زبان کا اصل مزاج سامنے آئے گا جس سے الفاظ اور اصوات کے رشتے کی وضاحت ہو سکے گئی۔

حوالہ جات

۱ ۔ خلیل صدیقی، زبان کا مطالعہ، قلات پریس مستونگ، ۱۹۶۴ء ص ۱۸

۲ ۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، ادب ولسانیات، اردو اکیڈمی سندھ طبع اول ۱۹۷۰ء ص ۲۴۱

۳ ۔ عبدالسلام، ڈاکٹر، عمومی لسانیات ایک تعارف ص ۱۳

۴ ۔ خلیل صدیقی، زبان کا مطالعہ، ص ۱۰

۵ ۔ خلیل صدیقی، زبان کا مطالعہ ص ۶۹

۶ ۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اردو زبان اور لسانیات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء ص ۳۲۹۔۳۳۰

۷ ۔ محبوب عالم خان، ڈاکٹر، اردو کا صوتی نظام، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء ص ۴۳۔۴۴

۸ ۔ احتشام حسین، آغا سہیل، اردو لسانیات کا مختصر خاکہ'' سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص ۲۸۔۲۹

۹ ۔ خلیل صدیقی، زبان کا مطالعہ، ص ۱۲۷۔۱۲۸

۱۰۔ ایضاً ص: ۱۳۳

۱۱۔ ایضاً ۱۳۸

۱۲۔ ایضاً ۱۴۶

۱۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو زبان و ادب، ص ۵۷

۱۴۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو زبان و ادب، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء ص ۶۸۔۶۹

۱۵۔ ایضاً ص ۴۷

۱۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو تدریس، الوقار پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۴ء ص ۶۳

۱۷۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتب ''اردو تحقیق'' منتخب مقالات، مقتدرہ قومی زبان پاکستان ۲۰۰۳ء ص ۳۴